

پھر اس نے مشکل مجھے باہر نکالا اور اپنی طرح میرے ڈک سیک کو بھی کچھ پہنچ کر برآمد کر لیا۔ اس دوران دونوں خواتین بھی مجھے گڑ بانے کئے کئے لئے باہر آگئیں... باہر شام ہو رہی تھی اور گرمیوں کے باوجود ذہنکی تھی میں کسی صورت بھی سات بجے والا سیٹر نہیں پکڑ سکتا تھا... مجھے تھکادٹ کا بھی شدید احساس ہوا۔

”گڈ میں تم وہ سات بجے والا سیٹر تو نہیں پکڑ سکتے“ فلپ نے گھر بی دیکھ کر کہا اور میں چونکا کہ اس نے میرے خیال کو کیسے پڑھ لیا۔

”ہاں“ میں نے سر ہلا�ا ”میں ڈور میں رات بسر کر کے صبح سوریے فراں چلا

جاوں گا۔

فلپ نے اپنی داڑھی میں انگلیاں چلائیں اور پھر کچھ سوچ کر کئے نگاہی شیل آئی لینڈ پر میرا ایک کیبین ہے ساحل کے ساتھ... ہم ویک اینڈ کے لئے وہیں جا رہے ہیں۔ وہاں رہائش کچھ زیادہ شاہادہ نہیں ہے لیکن تم آج رات وہاں بسر کر سکتے ہو۔ اگر تم پسند کرو تو...“

”اور اگر تم کھانا اپنے پتے سے کھاؤ تو“ دیلہی نے فوراً کہا۔

”ہم تمہیں ایک بستر سے سکتے ہیں“ جین بولی۔

”بستر؟“ میں سکرا یا ”ایک انسان کو اور کیا چاہیئے؟“

”تو پھر بیٹھو کار میں“ فلپ ڈرائیور کی نشست میں جا بیٹھا۔ ہم تیزی کے باہر آنے سے سامان ادا صراحت سے گر کر نہستوں کو پڑ کر چکا تھا اور وہاں بیٹھنے کے لئے کوئی جگہ باقی نہ تھی چنانچہ سارے سامان کو باہر نکال کر دوبارہ کار میں رکھا گیا اور اس کے بعد ہم تیزی رکھے گئے۔ کار سٹارٹ ہو گئی۔

میں آج صبح ڈور جانے کے لئے سڑک پر آیا تھا اور اب بھی شیل آئی لینڈ

جا رہا تھا۔

پشتہ نہیں کھا تھا اور میں نے اس کا نام اس سے پیشتر بالکل نہیں بناتا تھا۔

۱۰ آپ کا یہ جزیرہ کدھر ہے؟ میں نے قلب سے پوچھا۔

"یہ جزویہ منیں ہے بلکہ زمین کا ایک حصہ ہے جو دُور تک سمندر کے اندر گیا

ہوا ہے۔ بالکل دیران ہے۔ صرف لکڑی کے چند کپیں بیسیں<sup>2</sup>

"اور تیز ہوا ہے" دلیری بولی۔

”اور مکمل تناہی ہے جسیں بولی۔

"تیز ہوا اور مکمل تباہی... بس مجھے انہی کی تلاش تھی" میں نے ان ذوقیں کی طرف دیکھا اور شاید پہلی مرتبہ دیکھا۔ وہ نوجوان کم پڑھی لکھی بہت زیادہ ہنسنے والی لڑکیاں تھیں جن کے چہرے صاف سترے اور سادہ تھے ابھی لحاظ نہیں ہوئے تھے۔ ان کی شکلیں خاصی واجبی نہیں اور جسم واجبی نہیں تھے۔ فلپ کو وہ دلوں پیار سے فی لپ کرتی تھیں۔ فی لپ ان کا باس تھا اور وہ باس کے ہمراہ اس کے لکڑھی کے کیجن میں دیکھ اینڈ گزار نے جا رہی تھیں۔ میں نے حساب لگانے کی کوشش کی کہاں میں سے کوئی فال تو ہے لیکن کامیاب نہ ہو سکا... باہر دیکھا توڑنیک نہ ہونے کے برابر تھی اور کار ایک خاص رفتار کے ساتھ چلی جا رہی تھی۔ یہ علاقہ بالکل دریان تھا۔ کہیں دور شام کی اترتی سیاہی میں ایک روشنی نمودار ہوئی... میرے اندر ایک خوف نے سراٹھا یا۔ کتنی بیوقوفی کی بات ہے۔ میں ان تینوں کو جانتا تک نہیں، جانے کوئی ہیں، کیا ہیں اور ان کے ساتھ کسی دریان جزیرے کی طرف جا رہا ہوں۔

ایک چھوٹی سی بستی دکھائی دی بلکہ اس کی پندرہ شنبیاں نظر آئیں۔ دودو کا نین  
ایک شراب خانہ اور دو تین گھر۔ ہم ان کے قریب ہوئے تو میں نے فلپ سے دیافت  
کیا کہ کیا یہ سی شیل ہے۔

” نہ میں ... یہ وہ قصیدہ ہے جہاں سے ہم دو دھار مکھن وغیرہ خریدنے کے لئے آتے ہیں ... رسی شیل یہاں سے خاصی دور ہے ”  
 وہ پہنچ دو کانیں گذریں تو تاریکی گہری ہو چکی تھی۔ مخنوٹی دو رجاءں کے بعد سمندر کی آواز کا نوں میں آئے لگی۔ اس دیران راستے پر سوانٹے ہماری کار کے اوپر کچھ نہ تھا۔ کوئی روشنی نہ تھی اور کوئی آبادی نہ تھی۔ صرف سمندر کا ہلکا سور تھا جو زدیک آتا گیا اور بلند ہوتا گیا۔

کسی مقام پر کاروں کی ”خاتین و حضرات رسی شیل آٹی لینڈ“ فلپ نے اعلان کیا میں کار سے باہر آیا تو واقعی تیز ہوا تھی اور ہاں مکمل تنہائی تھی۔ دود دوڑک پکھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ میں نے کار میں سے اپنا رُک سیک لکال کر کندھوں پر ڈال دیا۔ ”وہ ادھر چلو کیں کی طرف“ فلپ کار میں سے سامان نکالتا ہوا بولا۔

میں نے ادھر دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا صرف ایک ہلکی تاریکی تھی جس میں تیز ہوا چلتی تھی اور سمندر کا شور تیرتا تھا۔ سڑک سے اتر کر جب میں نے پہلا قدم رکھا تو یہی میرے بوٹوں تکے ہزاروں کا پرانے کے نازک برتن ٹوٹ کر چور ہوئے۔ دوسرا قدم پر بھی جیسے کوئے کاغذ کو منٹھی میں بھینچا جائے تو وہ کوکڑا تاہے ... میں نے جک کر زمین پر نا تھر رکھا کہ کیا ہے۔ میرے قدموں تکے زمین نہ تھی بلکہ سمندری گھونگھے اور سپیاں تھیں۔ شام ماسی لئے اس علاقے کو سی شیل کہتے تھے۔ میں آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ میرے پیچے جیں اور دیلری سامان اٹھائے چلی آرہی تھیں اور فلپ ابھی تک کار کے پاس کھڑا تھا۔ تقریباً سو میرے کے فالے پر ایک خاصاً خدوشی کیبین دکھائی دیا جو تیز ہوا کی میخار میں کھڑا تو تھا لیکن ہوئے ہوئے لزتا بھی تھا۔ جیں آگے آئی اور لکڑی کا دروازہ کھول دیا ”آجاو“ میں اندر داخل ہو گیا۔ دیلری بھی اگئی اور اس نے ماچس جلا کر سر کے اوپر کی۔ کیبین میں دو حصے تھے جن

میں لکڑی کے پسخ بننے ہوئے تھے اور یہ بتر تھے۔ اس کے علاوہ وہاں کچھ نہ تھا۔ یا تنخون میں سوراخ تھے جن کے راستے ہوا اند آتی تھی۔ فرش بھی لکڑی کا تھا اور گھوگھوں کی سطح سے ذرا اوپرنا تھا اس لئے نیچے سے بھی ہوا کی آمد و رفت کام سب انتظام تھا۔ میں نے ڈک سیک کندس سے اتا کر فرش پر رکھ دیا۔

مپلیز سامان لانے میں ہماری مدد کرو" دیلیری کہنے لگی۔

میں کیین سے نکل کر فلپ کی طرف گیا جو کچھ تھیں وغیرہ اٹھائے چلا آہتا تھا۔ صرف چار پانچ بیگ باقی ہیں ان میں سے دو اٹھالاو" وہ بولا اور کیین کی طرف چلتا گیا کوئی دیرانی تھی۔ یعنی منیں آتا تھا کہ انگلینڈ جیسے گھنی آبادی والے ملک میں کوئی مقام ایسا بھی ہے اور لندن سے زیادہ دور بھی نہیں جہاں صرف ہوا ہے اور تنہما ہے۔ میں جب بھی قدم رکھتا ہزاروں گھوگھے توٹ کر چڑا بن جاتے۔ بیگ اٹھا کر میں واپس کیین میں آیا تو رکبوں نے ماحول کو خاصا "چیرفل" بنایا تھا۔ دو موم بتیاں جل رہی تھیں۔ ریڈ یو پر کوئی پر شور دھن سنائی دے رہی تھی اور سامان اور اور قریش سے رکھا جا چکا تھا۔

" یہ کیین ذرا غریباں سا ہے؟ فلپ داڑھی پر ہاتھ پھیر کر کہا" لیکن اپنا ہے اور تم دیکھنا تم اسے پسند کرنے لگو گے"

" کافی تیار ہے" دیلیری کی آواز کیین سے آئی۔

" کافی؟...؟"

" اس کیین کے دو کمروں کے ساتھ ایک کچن بھی ہے مانی ڈائیر" فلپ خوش ہو کر کہنے لگا۔ اور پھر ہونٹ گرم کافی پر لگے تو ایسی جلتی خوشبو آئی کہ ساری تھکن فاشب ہو گئی اور ہم سب بتیں کرنے لگے۔ باہر تاریکی مکمل ہو گئی اور ہوا کی زفرا زیادہ ہوئے لگی۔

”لندن کا گاہک بہت نہ کچھ ہے“ فلپ اپنے کارڈ بار کے بارے میں گفتگو کرنے لگا: اُس کو فیشن کے بارے میں کچھ زیادہ پتہ نہیں ہوتا اور وہ خواہ خواہ تنقید کرتا رہتا ہے۔ اور اس کو درست طور پر یہ پتہ نہیں ہوتا کہ اس کی شکایت کیا ہے۔ وہ صرف یہ کہے گا کہ جی آپ نے میرے بال بھیک طرح سے نہیں کاٹے... ان کا شامل غلط ہو گیا ہے اور یہ ہو گیا ہے اور وہ ہو گیا ہے... اس کا خیال ہے کہ وہ جتنی زیادہ تنقید کرے گا اتنا ہی اس کا جدید فیشن کا علم ہم پر ظاہر ہو گا حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں جانتا... تو پورے پانچ دن کی شکایتوں اور مشقت کے بعد میں یہاں آ جاتا ہوں۔ اس مرتبہ ان دونوں لڑکیوں نے کہا کہ سرہم بھی جانا چاہتی ہیں تو میں نے کہا چلو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے...“

”بڑی زبردست جگہ ہے، فی رپ“ دیلری اپنے مٹنڈے پا تھوں کو بخalon میں داب کر کھنے لگی۔

”فی رپ بہیشہ اپنی کیبین کے بارے میں گفتگو کرتا رہتا تھا“ جین مجھ سے مخاطب ہوئی ”ہم نے سوچا دیکھیں تو سی کہ وہ کوشاں ہم پیلیں ہے جس کے بارے میں یہ اتنا جذباتی ہوتا رہتا ہے“

”ہر شخص کا اپنا اپنا بلکن ہم پیلیں ہوتا ہے جیں“ فلپ کو شامہ حین کی بات بڑی لگی ”یہاں پر میں کسی ملکہ سے زیادہ خوش رہتا ہوں۔ اور یہ میرا اپنا ہے۔ میں نے لوگوں کے بال کاٹ کر اور ان کے سر کی مالش کر کے یہ کیبین خریدا ہے۔ کیا ملکہ اپنے بلکن ہم پیلیں کے بارے میں یہ کہہ سکتی ہے؟“

”تم تو بُرا مان گئے“ جین روپا نی ہو گئی۔

”نہیں تم نے اتنی عمدہ کافی بنائی ہے بھلا میں کیسے بُرا مان سکتا ہوں... اور بال بھنی ڈرٹ کا انتظام کیا ہو گا؟“

"ہم دونوں کپڑے تبدیل کر لیں تو پھر ڈنر...، جیسیں بولی۔

"یعنی آپ ان کپڑوں میں ڈنر تیار نہیں کریں گی بلکہ اس مقصد کے لئے کوئی ناچ

لباس ہے؟"

"ڈنر یہاں تیار نہیں ہو گا براون براۓ...، دلیری ڈرا دوست ہو گئی، "ہم اس

قبیلے میں چلیں گے اور ہنزیری ہفتم میں کھانا کھائیں گے؟"

"ہنزیری ہفتم کے ساتھ،...، میں بھی ڈرابے تکلف ہوا۔

"ہنزیری ہفتم اس آبادی کی واحد پہبے ہے جہاں ہم ہنزیر پٹیلیں گے اور کھانا کھائیں

گے.... اپنے اپنے پیسوں کا" فی لپ نے بتایا۔

میں اس کوہ پیما کی طرح تھا جو سارے دن کی کوہ پیما فی کے بعد اب آرام  
کرنے کی خاطر بیٹھ گیا تھا۔ اور اب امتحنا اور دوبارہ عازم سفر ہونا بے حد ناممکن  
لگ رہا تھا۔ تھکاوٹ میرے بدن پر حادی بھی اور میں اس کے بوچھتے تھا لیکن  
میں اس دیران بزرگ میں اکیلا تو بالکل نہیں رہ سکتا تھا۔ میرے اندر وہ تمام تر  
مشترقی خوف اور وہا بھے موجود تھے جو مغرب میں نہیں ہوتے چنانچہ میں نے باطل  
ثانداشت ان کے ہمراہ جانے کا ارادہ کر لیا۔

اب ہم چاروں بخوبی کار میں بیٹھ گئے کیونکہ سامان کیسین میں منتقل ہو چکا تھا۔  
تاریکی مکمل ہو چکی بھی اور ہم جیسے ایک وسیع خلائیں تھے جہاں سمندر کا شور تھا  
اور ہم تھے۔ فی لپ اور دونوں خواتین اب اس موڑ میں تھے جو سپتہ کی شب پر سے  
انگلستان کا ہوتا ہے... یعنی جیب میں سپتہ بھر کی تختواہ ہے اس میں سے ضروری  
اخراجات نکال کر بقیہ رقم کو ہواں میں اڑا دو کہ صرف عمر خیام نہیں، ہم بھی جانتے  
ہیں کہ خمار میں کیا کیا جنتیں ہیں اور با بر کا نام شر جانتے کے باوجود جانتے ہیں کہ  
عالم دوبارہ نیست۔

"اُن دونوں خواتین کے بے شمار مدارج ہیں لیکن یہ انہیں چھوڑ کر

بھوڑھے کے ساتھ آگئی ہیں، ”فلپ نے خوش ہو کر بتایا۔  
”جو بھی بال کٹانے آتا ہے وہ پھلا سوال یہی کرتا ہے کہ آج شام کے باستین  
کیا خیال ہے؟“ جین بے حد خشکوار انداز میں بولتی گئی واس طرح روزانہ درجنوں ملزح  
پیدا ہوتے ہیں... قابل اعتبار نہیں ہوتے۔“

”قابل اعتبار تو فی اپ بھی نہیں ہے“ دیلیری بچ پھلی نشت پر میرے ساتھ  
براہم ان تھی مجھے کہنی مار کر کئے لگی و اپنے آپ کو بورھا کہتا ہے۔ ہمارا تمیں کچھ  
پتھر ہی نہیں ہے کہ یہ کیا چیز ہے... ہم سے پوچھو۔“  
”بتاب بتاؤ“ جین نے شور مچا دیا۔

”خبردار دیلیری“ فلپ نے مصنوعی عصتے کے کھا۔  
قصبے کی دو چار روشنیاں ملگیں آسمان میں سے جھانکیں....  
ہنسنی ہفتمنی ایک پرانی برلنی می پہ بیعنی پہلک ہاؤس تھی اور ہمارے  
علاوہ اس کے نیم تاریک اندر وون میں بہت کم لوگ تھے۔ ہم کا دنیا کے ساتھ رکھے  
سٹولوں پر بیٹھ گئے۔

”ہیلو، ہیری...“ فلپ پہ کے مالک ہوتے ہیری کو جانتا تھا ”وہی کچھ  
دو بھیں ہر سبق پیدا ہوں“

سب کو دہی کچھ دیا گیا جو وہ پیتے تھے۔  
دو تین دہی کچھ فرش کرنے کے بعد پہلک ڈراموڈ میں آگئی... پہلی مرتبہ  
احساس ہوا کہ یہاں تو بہت مست کرنے والی موسيقی بھی بچ رہی ہے اور شام  
ابھی جوان ہے اور ہم تو خیر ہیں ہی... فی اپ اور دیلیری اٹھے اور کرسیوں کے  
درمیان بے حد دستی سے رقص کرنے لگے۔ انہوں نے اپنے اپنے مگ بھی اٹھا  
رکھے تھے... مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ کوئی موسيقی ہے اور ان پر رقص کرنے کا کیا

طریقہ ہے۔ مغربی موسیقی میرے لئے ایک نیا اور بہت سنسنی خیز تجربہ تھی۔ میرے خون کی گردش رک्तار کو چھیرنے سے کچھ تیز ہو جاتی تھی اور مجھے احساس ہوتا تھا کہ مجھے کچھ کرنا چاہیے لیکن کیا؟ یہ میں منہیں جانتا تھا.... اور نہ ہی میں رقص کرنا جانتا تھا۔ ان دونوں کے پچھوئے دلوں جو موسیقی خرگوشوں کے لئے بھی تیز سمجھی جاتی تھی وہ ان دونوں کے پچھوئے بھی شاید سُست ہونے کی بنا پر پسند نہ کریں... تیز ترین راک اینڈ رول کی اولین شکل تھی اور اس میں روانیتی جاز کی دھنیں بھی سردمختنے کے لائق تھیں... عام بینہ دو گتاروں۔ ایک ڈرم اور ایک بیس پر بینی ہوتا تھا۔ اگر اس میں جاز کی آمیزش کرنی ہوتی تو ایک عدد سیکسا فون شامل کر دیا جاتا... یہ موسیقی میرے لئے بالکل نئی تھی۔ میں ”یہ رات یہ چاندنی پھر کہاں...“ کی دنیا سے نکل کر وین دے سینٹس گومارچن ”ان“ میں جا پہنچا تھا۔

فلپ اور ویلری صرف اپنے غالی گلاس بھرنے کے لئے کافی تھا۔ آتا اور پھر موسیقی کی لئے پر بھوتے رقص کرنے لگتے۔

”تم کتنی عمر کے ہو؟ یکدم جین نے سوال کیا اور میں پونک گیا... یہ سوال مجھے بہت تنگ کر رہا تھا۔ فٹسٹم کی ایک پارٹی میں مجھے لے جایا گیا اور مجھے لے جانے والے حضرات نے دہانی موجودخاتین کو بتایا کہ میں ماشاء اللہ اکیں برس سے زامگ کا ہوں اور بالکل جائز ہوں۔

ایک غاتون مجھ پر ذرا سرہاں ہو گئیں۔ میں بھی سرہاں ہوا لیکن غلطی یہ کہ کوئی اپنی عمر بتا دی... اس نے ایک ہلکی سی پیچنے ماری اور واک آؤٹ کر گئی... میں ایک پچھے کے ساتھ شام نہیں گزار سکتی؟... یہ اس کے آخری الفاظ تھے... میں میں اتنا پچھے بھی نہ تھا باقا عده انیس میں برس کا تھا۔ اور اب جین نے بھی یہی سوال پوچھا تھا اور مجھے یقین ہے کہ اُسے بھی شک ہوا تھا کہ میں فرائکھا ہوں۔

میں تقریباً بیس برس کا ہوں۔“ میں نے اپنے تینیں بے حد اعتماد کے ساتھ کہا۔  
”کراشٹ، تم تو ابھی پتھے ہو“ وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر بولی ”میرا خیال تھا کہ تم کم از  
کم پچھیں چھیس برس کے ہو۔۔۔“

”میں ہوں تو اتنے ہی برس کا لیکن والدین کے بے جا لاؤ پیار کی وجہ سے چھوٹا  
رہ گیا ہوں“ میں آہستہ سے بولا۔

”اس کا مطلب یہ ہے کہ تم سے مزید لاڈ پیار نہیں کرنا چاہئے ورنہ تم زیادہ  
چھوٹے ہو جائیں گے“ وہ شرارت سے ہنسنی۔

”مزدوری تو نہیں کہ لاڈ پیار سے انسان چھوٹا ہی ہو۔ ہو سکتا ہے بڑا ہو جائے  
جیسے کیدم سنجیدہ ہو کہ میری طرف دیکھنے لگی“ ہوں تم اتنے چھوٹے بھی نہیں  
ہو۔۔۔ تمہیں کسی وقت آزمانا چاہئے“ اس کا پاؤں لکڑی کے فرش پر موسيقی کے ساتھ  
تال دے رہا تھا اور وہ بیس کی وجہ سے نخوٹ می سی لاپرواہ ہوئی جاتی تھی۔“ کل صح  
جاوے گے؟“

”بان اگر فلپ مجھے ڈودر جانے والی سڑک پر ڈرپ کر آئے تو۔۔۔ در شناس  
ویرانے سے کیسے نکلوں گا؟“

”یہ اتنا دیرانہ بھی نہیں“ جیسے ایک پورا بدن بھرنے والا گھونٹ بھرا“ تم اگر  
اگر انہوں کی بھیڑ میں میری طرح چلے جاؤ نا تو تمہیں پتہ چلے ۔۔۔ یہ دیرانہ نہیں  
ہے۔۔۔ کیا یہ جگہ خوبصورت نہیں یہاں گرمی ہے اور باہر سرد ہوا اور سمندر ہے“  
تب مجھے بھی یا دیا کہ باہر سرد ہوا اور سمندر ہے اور ہم ان سے چھپ  
کر یہاں کتنے سکون سے بیٹھے ہیں۔

”تمہیں اپنا پیٹھے پسند ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”پتہ نہیں“ اس نے کندھے پھٹکے سکول کے بعد مجھے اس سے بہتر ملازمت

تو ملنے سے رہی اور پھر ٹپس بھی اپھے مل جاتے ہیں... ویسے میں شام کو تاشپ اور شارٹ ہینڈ کا کورس بھی ایئندہ کرتی ہوں... کسی روز میں کسی بڑے ایئر بکیر شخص کی پرائیویٹ سیکرٹری بنوں گی اور پھر وہ بھروسے شادی کرے گا... آخوندی فقر صرف شرارت تھے۔

”اور ہاں تم کون ہو؟“ اس نے بات جاری رکھی۔  
”میں؟... میں ایک پاکستانی ہوں۔ میری عمر میں سال کے قریب ہے لگتا ہے میں پڑھنے آیا تھا لیکن ایک روگنگ سٹون کی طرح لٹکتا رہتا ہوں کبھی یہاں کبھی وہاں... اور آوارہ گردی میں میری سرنشت میں ہے... اور جیسے کیا یہاں کھانے کو کبھی کچھ ملے گایا نہیں؟“

”کیوں کیا پینے سے تسلی نہیں ہوئی؟... یہاں کھانے کو کچھ نہیں ملے گا براؤن بوائے...“ اس نے ایک مرتبہ پھر گلاس ختم کر دیا۔  
ایک بوڑھا سر بچکائے پہ کے اندر آیا اور اس کے ساتھ ہی ہوا اور سمندر کا شور اندر آیا اور دروازہ بند ہوتے ہی باہر رہ گیا۔  
ساری سے دس بجے ہنزی ہفتھم کا کلوگنگ ٹائم تھا اور موٹے ہیزی اسے ہمیں اور بقیہ پیک کو منتین کر کر کے پہ سے باہر نکلا۔

اور باہر ہوا کے چھپر سے تھے اور ان میں سمندر کی نہی تھی۔ اور یہ حد تاریکی تھی، لگتا تھا جیسے ہم سمندر کے کنارے نہ ہوں اس کے عین درمیان میں کسی ڈولتی کشتنی پر ہوں۔

فلپ کی کارنے شارٹ ہونے سے انکار کر دیا... دھکے لگائے۔ بانٹ کھول کر انجن چیک کیا لیکن کچھ نہ ہوا...  
فلپ مایوس ہو کر جیبوں میں ہاتھ ڈال کر کھڑا ہو گیا... اور پھر فردا، ہی کھنے

۳۵

لگا دا و ہو بھلا چابی کے بغیر کارکس طرح سمارٹ ہو سکتی ہے۔ اس نے جیب سے  
چابی نکالی اور کار میں بیٹھ گیا۔ وہ ذرا حمور تھا۔

ساحل کے ساتھ ساتھ سڑک پر کار کی روشنیاں ڈولتی پھرتی تھیں۔ اور اور گرد  
با لکل اندر صیرا تھا۔ ہم کوئی انگریزی لوگ گیت کار پہنچنے جس کے آخر میں سب  
لوگ "شی ڈڑاٹ" کا نخرہ لگاتے۔۔۔ یعنی "وہ گر گئی" پتہ نہیں کیا کہ گئی لیکن کر گئی۔  
خواتین و حضرات اب میں تمام روشنیاں گل کرنے لگا ہوں" فلپ کی آواز آئی  
خواتین نے مصنوعی چیزوں ماریں کہ ہائے اب کیا ہو گا۔ کار کی روشنیاں بجھ گئیں۔۔۔ ایک  
بجیب غیر حقیقی منفرد ڈسکرین کے سامنے تھا اور ہم اس میں سے گند رہے تھے۔  
پاہر اندر صیرا نہ تھا بلکہ ڈھلتے پاند کا ایک تھال تھا جس کی روشنی ریت گھونگھوں اور  
سرمنی سمندر پر سلیمانی ہو رہی تھی۔

"اور اگر ہم سیدھے سمندر میں چلے جائیں تو؟" دلیری کی آواز میں غرف تھا۔

"تو یہ کار ایک بادبانی کشتی کی طرح تیرے گی...؟" فلپ نے تھانہ لگا کر کہا۔  
"بہماں تہک تیرنے کا تعلق ہے تو وہ تو ہم سب تیر رہے ہیں" جین نے ایک ہپکن

لی۔ اس لمحے میں ان سب سے یکدم کٹ گیا۔ میں اُن تینوں سے اور اُس کار سے  
اگ ہو گیا۔ ہر آوارہ گرد پر یہ لمحہ آتا ہے جب وہ اُس پاس کو حیرت سے تکتا ہے کہ  
یہ میں کہاں آگیا ہوں۔ اور اس مقام پر کس طرح پڑخ گیا ہوں۔۔۔ میں تو اپنا رُک  
سیک اٹھائے ڈور جا رہا تھا اور اب ایک ڈھلتے تھال کی ناکافی روشنی میں سلیمانی سمندر  
کے ساتھ ساتھ کن لوگوں کے ساتھ سفر کر رہا ہوں۔۔۔ مجھ پر یہ لمحہ آیا اور بیت گیا۔۔۔  
کار میں سمندر کا اور با توں کا شور تھا اور ہنسنی تھی۔ پتہ نہیں کون ہنس رہا تھا۔۔۔ پھر کار  
ڈک گئی۔ ہم باہر آگئے۔ ہوا ہمیں روکتی تھی۔

کیمین کے اندر پڑخ کر میں نے اپنا سلیمانی بیگ نکلا اور لکڑی کے ایک تختے

پر پچھا کر لیت گیا رفی لپ خراٹے لے رہا تھا اور دلوں لڑکیاں ساتھ دالے جتھے میں پکھ کھسن پھر کر رہی تھیں۔ سخنواری دیر کے بعد اُدھر بھی خاموشی ہو گئی۔ میں بے چینی سے پہلو بدلتا رہا اور پھر تنگ اُکرا لٹھا اور باہر آگیا۔۔۔ یہ نصف شب کے قریب کا عمل تھا۔ گھونگھوں کا یہ بجزیرہ ایک راستے کی صورت دور تک سمندر کے اندر جا رہا تھا میں ساحل کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ ایک مرتبہ پچھے مڑکر دیکھا تو کیبین نظر وہی سے اوہ جل ہو چکا تھا۔ میں وہیں ساحل کے قریب گھونگھوں پر بیٹھ گیا اور سرمنی پانیوں کو آگے آتے اور پچھے پہنچتے دیکھنے لگا۔ ان کے تو اتر میں ایک شلا دیئے والا سحرخراڑ زیادہ خوشگوار نہ تھی۔ سمندر کی نمی سے بدن سرد ہوتا تھا۔ اگر ممکن ہوتا تو شام میں وہیں سو جاتا۔ اس بزری سے پرتین چار اور کیبین تھے ٹکستہ اور دیران۔ یا شام داؤ میں کوئی ہو۔ کیا پتہ۔۔۔ چاند کے ڈھلنے سے سمندر کا شور بھی آہستہ آہستہ دھیما پڑنے لگا۔ میں اٹھا اور اپنے آپ کو ہوا سے بچاتا کیبین کی جانب چل دیا۔

اگلی صبح جب انکھ کھلی تو کیبین کے تختوں میں سے دھوپ کی سیدھی لکھیں میرے سلیپنگ بیگ پر پھیل رہی تھیں۔ میں آنکھیں ملتا باہر آیا تو اس بزری سے کوہلی مرتبہ دیکھا۔ اس کی بیانی اور دیرانی تو قائم تھی لیکن دھوپ کی وجہ سے سمندر چک رہا تھا اور اس کی چک سے گھونگھوں کا ساحل اور ٹیلے بھی روشن ہو رہے تھے۔ جیں اور دیلری منانے کے مختصر لپاں میں اونڈھی لیٹھی دھوپ سینک رہی تھیں اور فی لپ ان سے کچھ فاصلے پر کرسی ڈالے کوئی رسالہ پڑھ رہا تھا۔

”ناشیت سے پہنچے ایک ڈبکی لگا“ دیلری نے پکارا ”پانی بھیک ہے۔“

رفی لپ رسالہ پڑھتا رہا اور جیں اُسی طرح لیٹھی رہی۔

میں نے کیبین میں جا کر کا سیٹوں پہننا اور پھر باہر آگیا۔۔۔ جیں نے بمشکل تمام سر اٹھایا اور پھر آنکھیں بند کر کے ادھگھنے لگی۔

۳۷

میں پانی کے اندر گیا تو اس میں ابھی رات کی خلکی موجود تھی۔ میں نے اپنے آپ کو اچھی طرح بھکوایا اور پھر باہر آ کر ملیٹ گیا۔

”راو ہو“ جین نے سر اٹھایا ”تم پر تو سوچ فرآ اڑا نداز ہو جاتا ہے۔ ادھر صوب میں لیٹے ہو اور ادھر کتے براوں ہو گئے ہو“  
”فی لپ اپنا رسالہ بنل میں دابے کیبین کی طرف جا رہا تھا“ فی لپ... کیا پروگرام ہے؟

”کونسا پروگرام؟“ وہ رُک گیا۔

”یاد ہے مجھے ڈودر پہنچا ہے...“

”ہاں“ اُس نے سر بلایا ”تو تم چلے جاؤ“ اور کیبین میں چلا گیا۔ مخصوصی دیر بعد وہ باہر آیا تو میں نے غصت سے کہا کہ کیسے چلا جاؤں... پہنبل چلا جاؤں؟

”ہاں... یہ تو ہے“ اس نے پھر سر بلایا ”بھی اس بزرگ سے سے ڈودر جانے والی سڑک تک کل صبح ایک کار جائے گی۔ اس سے پہلے اگر کوئی جانا چاہتا ہے تو میں اُسے روکوں گا نہیں“

”لیکن تم نے وعدہ کیا تھا فلپ“

”ہاں کیا تھا“ اس نے لارپا ہی سے کہا ”لیکن تمہیں اور کیا چاہتے۔ ایک دیر ان بزرگہ دوڑکیاں اور ایک کیبین... اور کیا چاہتے ہو؟“

”تو میں اب پہاں بیٹھا رہوں گا؟“

”ہاں کل صبح سے پہلے میں اس کار میں نہیں بیٹھوں گا...“ تم بھی آرام کر دو۔

آج اور کل میں کیا فرق ہے؟“

فلپ شامِ درست کہتا تھا۔ مجھے کہاں جانا تھا؟ میرا کوئی پروگرام نہ تھا۔ مجھے کسی سے ملنا نہیں تھا۔ کسی مائم پیشل پر عمل نہیں کرنا تھا تو پھر آج نہ سہی کل

صبع سی .. میں ذہنی طور پر مطمئن ہو کر لیٹ گیا۔ گھونگھے نہ گے۔ بدن پر نشان بنتے تھے۔ محتوا می دیر بعد دلیری کا فی اور بیکٹ لے کر آگئی۔ یہ ناشتہ تھا۔

دوپھر کے کھانے میں ایک سوکھی ہوئی ڈبل روٹی اور کھیرے کا اچار ملا میں دھوپ سینکتار ہا اور خالی الذہن ہو کر سمندر کو سنتا رہا۔ کبھی اونگھ آجائی اور کبھی میں ساحل کے ساتھ ساتھ چلنے لگتا۔ ان تینوں میں سے کوئی مجھی گفتگو کے موڑیں نہ تھا۔ وہ پورا ہفتہ لندن میں اتنی مشقت کرتے تھے۔ ہزاروں لوگوں سے خوشنگوار باتیں کرتے تھے کہاب وہ صرف چپ رہنا چاہتے تھے اور اونگھنا پاہتے تھے۔ میں بھی ان کی رفاقت میں ان جیسا ہو گیا۔

شام ہوئی تو ہم کیبین میں آگئے .. باہر ہوا تیز ہو گئی تھی۔ میرے پاس کچھ پیزارہ ادا بیے ہوئے انڈے تھے جو میں نے ان تینوں کی خدمت میں پیش کئے۔ یہ ڈر تھا۔

”ہنری ہفتم ہمیں پکار رہی ہے“ فلپ نے دلاری پر ہاتھ پھیر کر اعلان کیا۔

”ہنری ہفتم عورت تھی؟ میں نے مصنوعی حیرت سے کہا۔

”مز“ دلیری نے سر ملا دیا۔

”میں نہیں“ جین نے بھی انکار کر دیا۔

”تو پھر میں اور براؤن برائے چلے جاتے ہیں“ فلپ بولا۔

”وہاں اگر کچھ کھانے کو بھی ملتا تو شام میں تمہارا ساتھ دیتا ہے۔“

”وہاں ایک سوٹر بھی ہے جہاں سے تم دو دھ اور ڈبل روٹی وغیرہ خرید سکتے ہو۔ کیا تم ایک جانور کی سطح سے بلند نہیں ہونا چاہتے۔ انسان کو تو کھانے کی پرواہ بھی نہیں ہوئی چاہیئے۔“

”اور پہنچنے کی ہے؟“ میں نے پہنچ کر کہا۔

”ہاں یہ معاملہ الگ ہے... اچھا تو پھر نہیں جاؤ گے؟“

”نہیں“

”تو پھر اکیلا جا کر کیا کروں گا... یوں بھی صحیح سامواد ہے اور ہم یہاں سے سیدھے اپنی دوکان پر جا کر کاروبار کا آغاز کر دیں گے اس لئے بھتری ہی ہے کہ میں بھی آرام ہی کروں“ اس نے اپنا اکلوتار سالہ نکالا اور اسے پڑھنے میں مشغول ہو گیا.....

موم بتنی گل ہو چکی تھی اور فلپ اپنے رسالے کو پھرے پر اور ٹھے سورہاتھا اور بلکہ بکھرے خراشے لے رہا تھا۔ جین اور ویلمی بھی شاہزاد سوچکی تھیں... میں سونے کی کوشش میں تھا۔ رات تھی اور پتہ نہیں کیا وقت تھا۔ کیجن کے تختوں کی دندول میں سے پہلے اندر ہیرا داخل ہوتا رہا تھا یکن اب ان میں بلکی سی روشنی تھی۔ پہلی رات کا چاند ابھر چکا تھا... سمندر میں جاری بہانہ کا عمل تیز ہو رہا تھا... کیجن کے اندر کسی نے صرکت کی۔

”یہ کون ہے؟“ میں نے کچھ غوف زدہ لمبجے میں فوراً کہا۔

”میں جیجن ہوں“ وہ قریب آگئی۔ شیم غنوگی میں یکدم مجھے شائبہ ہوا کہ وہ بالکل بے لباس ہے یکن ایسا نہ تھا وہ کچھ نہ کچھ ضرور پہنے ہوئے تھی جو مجھے دکھائی نہیں دے رہا تھا اور سومنگ کے لئے چلو گے؟“

”اس وقت؟“ میں نے حیرت سے کہا۔

”بہت اچھا وقت ہے۔ میرے پاس گرم کافی سے بھری ہوئی فلاںک سے ہے اور کچھ سینڈ پرچ ہیں۔ آؤ جلیں“

”میرے“

”تم تو بالکل شستہ ہڑی ہو، وہ مجھے بھجنہوڑتے ہوئے کہنے لگی“ دیلری کو بھگانے کی کوشش کی تودہ ناراضی ہو گئی۔ ابھی فلپ سے کہا تو وہ کہنے لگا کہ تمہارا دماغ خراب ہے وغیرہ بھجا دا اور سو جاؤ“

”فلپ ٹھیک کتا ہے۔ سو جاؤ“

”تم ذرا باہر چل کر دیکھو تو سی ۰۰۰“

”باہر سرد ہوا ہے اور شور ہے“

”اور چاندنی ہے“

”مجھے نیند آ رہی ہے“

”میں اگر اکیلی جا سکتی تو صرور چلی جاتی تم لوگوں کی مشتیں نہ کرتی۔ میں نے تو پکڑے بھی بدل لئے ہیں“

تو وہ بے لباس نہیں تھی بلکہ منانے کا ایک مختصر لباس پہنے ہوئے تھی۔

۔۔۔ میں نے بڑی مشکل سے اپنا گرم سلیپنگ بیگ چھوڑا اور بروٹ پہننے لگا۔

”ٹھیک یو پراؤں بولائے“ وہ ہنس کر بولی۔

بامکار کچھ ایسا تھا جیسے یہ کوئی اور سیارہ ہے۔ چاند کا دردگر تا ہوا تھال شامد زمین نخا۔ ایک دیران خلا تھا اور اس میں سمندر کسی ذی روح کی طرح کروٹیں لیتا پھکتا رہا تھا۔ ویرانی میں ہوا ہمارے قدموں کو اکھاڑتی تھی جو گھونگھوں کو پیٹتے ہوئے آگے بڑھتے تھے۔ میں اپنے ساتھ چلتی جیں کی موجودگی سے بھی غافل ہوا تھا۔

”کہاں جانا ہے؟“

”اُدھر ایک گنگریٹ کا مورچہ ہے دہاں کوئی نہیں ہو گا“ اس نے بلند آواز میں جواب دیا۔

”مورچہ؟“

” دوسری جنگ عظیم میں جب بہمن محلے کا خطرہ تھا تو اس ساحل کے ساتھ ساتھ خاطری مورپے تحریر کئے گئے تھے جو اب دریان پڑے ہیں یہیں آج صبح دیکھ آئی تھی۔ وہاں تو اشان رات بھی بس رکھ سکتا ہے ”

” اس سردی میں اور ہوا میں؟ ”

” اکیلا تو نہیں کوئی ساتھ ہوتا ” اس نے عجیب انداز میں کہا۔

” ہم ہوا کے آگے سرچھکائے گھونگھوں پر قدم ہماتے چلتے رہتے۔ اس پاس کہیں بھی کوئی روشنی نہ تھی۔ ”

ساحل کے ساتھ ایک سیاہ جنم نظر آیا۔

” وہ ” جین بولی۔

” ہم قریب گئے تو ایک دوچھنادریں برآمد ہو کر ہمارے اوپر سے اڑ گئیں... ” میں تو اندر نہیں جاؤں گا... ”

جین نے فلاںک اور اپنا تولیہ مورپے کی چھت پر رکھا اور پانی کی جانب چلنے لگی۔

” تم بھی آجائو پانی اتنا سرد نہیں ” وہ گھونگھوں پر احتیاط سے چلتی جب پانی میں

داخل ہوئی تو کھڑی ہو گئی ” اوہ پانی تو باقاعدہ نیم گرم ہے۔ آؤ ”

مجھے یاد آیا کہ سونگ کا سیٹوم تو کہیں کے باہر میں نے سوکھنے کے لئے ڈالا تھا... ”

جین پانی میں چلتی گئی اور پھر چاند کی ناکافی روشنی میں وہ سمندر میں مل گئی... ”

مختوڑی دیر بعد شور سے اس کی آواز تیرتی آئی ” آجائو پانی بہت اچھا ہے ”

” میں جب پانی میں داخل ہوا تو میرے گھٹنے بھرنے لگے۔ میری مانگیں بے اختیا ”

ہر گئیں۔ سمندر بالکل گلیشیر تھا اور بنی بنی نے اسے نیم گرم قرار دے کر مجھے پھنسا دیا تھا۔ وہ کہیں آگے تھی اور مجھے نظر نہیں آبرہی تھی۔ ”

” میں واپس جا رہا ہوں غور نیہ نہیں کروانا میں نے اپنے آپ کو ” میں مڑنے لگا۔ ”

”تم ہمت کر کے چلانگ لگادا یک مرتبہ کچھ نہیں ہو گا“ وہ سمندر میں کہیں تھی۔  
میں اُسی طرح کانپتا ہوا آگے بڑھا اور پھر جی کردا کر کے قدر سے گھر سے پانی  
میں چلانگ لگادی۔ ایک مرتبہ تو سیچ گرم ہو گئی۔ سالن بھی سرد ہو گیا اور بدن مسجد  
ہو گیا لیکن دو چار ڈبکیوں کے بعد کپکپی کچھ گرم ہو گئی۔ پانی نیم گرم تو دور کی بات  
ہے نیم بھی نہ تھا باقاعدہ بر فیلا تھا۔

”ازن راست لوئی؟“ جین میرے آس پاس ڈولن مچھلی کی طرح اُبھرتی اور ڈوبتی تھی۔

”تم کہتی ہو تو اس اذکوئی ...“

”پانی میں کھڑے مت ہو۔ ڈبکیاں لگاتے رہے اس نے قریب سے تیرتے ہوئے  
مجھے محظڑا سا دھکیلا اور میں پھر پانی میں تھا۔ اور اس کا نکٹ میرے سارے بدن پر تھا  
جو اسے پوس رہا تھا اور میرے ہوش نمکین ہو رہے تھے۔ میں اگر پانی میں کھڑا  
ہوتا تو سردی لگتی لیکن پانی کے اندر صورت حال کچھ بہتر تھی۔

”یا ہو،“ میں نے یکدم ایک زد دار پیغام ماری کیونکہ کوئی شے میری ٹانگوں کو  
چھوکر گز گئی تھی یعنیا کوئی آبی جانوز مگر مجھے دغیرہ۔  
”کیا ہوا؟“ دور سے اُس کی آواز آئی۔

”یہاں کچھ تھا۔“

”میں تھی“ وہ ہنسی۔

ذرو تھال جیسے تھکا ہوا تھا پسیلا اور پیشر مردہ۔ ذرا اُبھر اور پھر سمندر میں دفن  
ہونے لگا۔ میں پانی سے باہر آگیا۔

”تم ہی بتاؤ کیا یہ زبردست سوم نہیں تھی؟“ وہ بھی باہر آرہی تھی۔  
ہم پھرئے سے تو یہ پر بیٹھ گئے۔ کافی گرم تھی۔ اس نے پسلے ہمارے شیلے  
پڑتے ہو شگرم کئے اور پھر بدفول میں نیم گرم لا دے کی طرح بہنے لگی۔ چاند جا

۳۴۰

چکا تھا اور اب پھر انہیں اتھا لیکن اس میں ایک ہلکی گھلادوٹ بھی صبح کی روشنی کی سمندر  
کا شور مدمم پڑ رہا تھا۔

---

فلپ کی فیٹ رک گئی۔

دائمیں ہاتھ پر سڑک کیشیری کے راستے لندن تک جا رہی تھی اور دو میں ہاتھ پر ڈوڈ کا سانس پوسٹ آوریزان تھا۔  
میں نے اپنا رُک سیک لکھا اور کاندھ سے پر ڈال لیا۔۔۔۔۔

”کل رات پانی کتنا خوبصورت تھا۔۔۔۔۔“ جین نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا ”اور تم اتنے  
چھوٹے بھی نہیں ہو۔۔۔۔۔ تم اگر لندن آؤ تو میں تمہاری جماعت مفت میں بناؤں گی۔۔۔۔۔  
کیسی آفر ہے؟“

”یہی آفر میری بھی ہے۔۔۔۔۔“ دیسری نے اپنا ہاتھ آگے کیا بلکہ میں ہمیزیر کٹ کے ساتھ  
شیپور بھی مفت میں کر دوں گی“

”گدیں“ فلپ نے کسی راہب کی طرح اپنی داڑھی کو پیار سے ٹھوڑا۔۔۔ اور میں  
تمہاری شیوکر دوں گا۔۔۔۔۔ چونکہ تمہارے بال تو قدر تی طور پر گھنگھریاں ہیں اس لئے  
میں انہیں کیا کر سکتا ہوں؟۔۔۔۔۔ تم اچھی کمپنی تھے خدا حافظ۔۔۔۔۔

وہ تینوں ہاتھ ملا کر چلے گئے اور ان کے ساتھ گھونگھوں کا پورا بجزیرہ اور ایک  
زرد تھال اور تیز ہوا اور سمندر بھی۔۔۔۔۔ پھر میں کبھی اُس بجزیرے کی جانب نہیں گیا۔